دفتر وزارت کا آغاز و ارتقاء

جناب احمد حسن صاحب

بنی نوع انسان نے جیسے ہی کسی مملکت کی تشکیل کا ارادہ کیا اسی وقت سے مختلف ادارے وجود میں آئے ۔جن میں سے کچھ ادارے ایسے بھی ہیں جو تقریباً ہر مملکت میں موجود تھے۔ خواہ ان کی ہیئت اور حدود کچھ بھی رہی ہوں۔ جن میں اقتدار اعلیٰ (SOVERIENGTY) وزارت اور محکمۂ قضا رقابل ذکر ہیں ۔موجودہ مقالے میں دفتر وزارت کے آغاز و ارتقاء پر اس طرح روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے کہ نہ تو تاریخی حقائق سے انحراف ہو اور نہ ہی عرب یا ایرانی تہذیب سے متاثر ہونا ظاہر ہو۔

دفتر وزارت کے آغاز پر مورخین و مفکرین مختلف الرائے ہیں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وزارت کی ابتدا عرب میں ہوئی جبکہ کچھ مفکرین یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک ایرانی ادارہ ہے مثلاً پی ۔کے ۔ہٹی۔ کا خیال ہے کہ یہ ایک ایرانی ادارہ ہے جس کو عباسی خلفاء نے اپنے نظام حکومت میں جگہ دی۔[۱]

حسینی کے مطابق خلیفہ کے بعد وزیر کا عہدہ ہوتا تھا۔ اگرچہ لفظ "وزیر" عربی زبان کا ہے مگر یہ ادارہ ایرانی ہے۔[۲]

آر۔ پی ۔ترپاٹھی کا خیال ہے کہ مسلم مملکت نے جن چند غیر عربی اداروں کو اختیار کیا ان میں وزارت بھی شامل ہے ۔ دراصل اموی خلفاء نے اپنے ہی قبیلے کے لوگوں کو مشاورت میں شامل کیا۔ مگر عباسی خلفاء ایرانیوں سے قربت کے سبب ان کی تہذیب و تمدن سے زیادہ متاثر ہوئے اور اس ادارہ کو بھی حکومت میں شامل کیا۔[۳]

انل چندر بنرجی کے خیال میں وزارت بلاشبہ ایک ایرانی ادارہ ہے مگر لسانی اعتبار سے وہ اس کی ابتدا قرآن کریم سے تلاش کرتے ہیں ۔

ایس ۔ڈی ۔گوئٹن یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے دفتر وزارت کہیں سے اخذ نہیں کیا۔[۴]

فرنیٹر بنگر نے لسانی اعتبار سے وزیر کو "اوستا" زبان میں تلاش کیا ہے اور "دسرا" کو اس کا ماخذ بتایا ہے اس کے معنی جج یا قاضی کے ہیں۔ مگر عربوں نے ساسانی حکومت کے اس ادارہ کو اپنے نظام میں شامل کیا اور بعد میں ایرانیوں نے وزارت کو دوبارہ اپنی حکومت میں ایک عرب ادارہ کی حیثیت سے شامل کر لیا۔[۴۵]

اسی طرح ان مصنفین نے جنکی رائے میں ادارہ کی ابتدا ایران میں ہوئی اس کی اصطلاح عربی زبان میں تلاش کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ہر ملک کی تہذیب اور ضروریات کے مطابق ادارے وجود میں آتے ہیں اس لیے ان کی شناخت کے لیے اسی ملک کی زبان میں ان کے نام اور ان کی اصطلاحیں تلاش کی جانی چاہیئے۔ INSTITUTION کی زبان میں جدید مفکرین سارے مواد کو سامنے رکھنے کے باوجود اس حقیقت کو فراموش کر گئے کہ عرب اور ایرانی دونوں اقوام دیدہ و دانستہ اس جد وجہد میں مشغول تھے کہ وہ اپنے آپ کو ایک دوسرے سے بہتر اور بالاتر ثابت کر سکیں۔ لہٰذا دونوں نے انتظام ملکی کے تمام اداروں کے اپنے ملک سے متعلق ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور خود ہی ان کا موجد ثابت کرنا چاہا۔

مثلاً الماوردی (عباسیوں کے قاضی القضاۃ) نے قرآن وحدیث اور عربی تاریخ کے خصوصی حوالے سے زیادہ تر انتظامی اداروں کو نظریاتی بنیاد فراہم کی ہے جن میں خلافت، وزارت، قضاء، وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ماوردی نے خلافت پر الاحکام السلطانیہ، وزارت پر ادب الوزیر، محکمۂ قضا پر ادب القاضی اور آداب الحرب پر تعجیل النظر فی تحصیل الظفر جیسی مشہور کتابیں تصنیف کیں۔

ماوردی نے وزیر کے لیے قرآن کریم سے تین الفاظ کا انتخاب کیا ہے یعنی وزیر جو کہ "وزر" سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی بوجھ کے ہیں۔ یا "آزر" جس کے معنی پشت کے ہیں یا پھر یہ لفظ "وزر" سے مشتق ہے جس کے معنی پناہ گاہ کے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ماوردی نے قرآن کریم ہی کو اس ادارہ کا بنیادی ماخذ تسلیم کیا ہے۔

اسی طرح الفخری کے مصنف طباطبائی نے بھی ماوردی کی تقلید کی ہے۔ البتہ وہ وزیر کو خلیفہ کا نائب تصور کر کے پیش کرتا ہے۔[۴۶]

ابن خلدون وزارت کو اس کے دفتر کی ہیئت کے اعتبار سے پیش کرتا ہے۔ لیکن اس کا یہ بھی خیال ہے کہ مسلمان اس ادارہ کے موجد ہیں۔[۴۷]

اصفہانی باوجود فارسی مصنف ہونے کے ماوردی کی تقلید کرتا ہے اس طرح عربی میں اس ادارہ کی بنیاد تلاش کرتا ہے[۸]

قابوس نامہ کے مصنف عنصر المعالی نے وزیر کا تصور اس طرح پیش کیا ہے گویا وہ ایک امین ہے اور مملکت اس کی امانت میں دی گئی ہے۔

سیاست نامہ کے مصنف نظام الملک طوسی نے وزارت کا مطالعہ دو طرح سے کیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ تقریباً تمام حکمران و پیغمبران اپنا ایک وزیر رکھتے تھے۔ نظام الملک نے جو جدول پیش کی ہے اس میں حضرت سلیمانؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آصف برخیا۔ ہارون۔ شمعون۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ بالترتیب وزرار رہے اور حکمرانوں میں کیخسرو۔ منوچہر۔ افراسیاب۔ گستاشپ۔ رستم بہرام غور۔ نوشیروان عادل نے گدار ز۔ سعام پیرانویسا۔ جاماسب۔ زوارتج خیرہ رذر۔ بزرجمہر وغیرہ بالترتیب مقرر کئے[۹]

سلجوقی عہد کے مشہور عالم امام غزالی نے بھی ایرانی حکمرانوں اور پیغمبروں دونوں ہی کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ساسانیوں کے عہد سے دفتر وزارت تسلیم کرتے ہیں۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوششوں کو بھی قابل توجہ سمجھتے ہیں[۱۰]

حاجی سیف الدین نے یونانی بادشاہوں کے علاوہ ایرانی حکمرانوں اور پیغمبروں کے وزرار کا بھی تذکرہ کیا ہے[۱۱]

مندرجہ بالا تصانیف کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو ادارہ جس ملک میں قائم ہو اس کی اصل کی تلاش اسی ملک کی زبان میں ہونی چاہیئے۔ اور ایک ادارہ جس ملک میں قائم ہوا اسے دوسرے ملک کی تاریخ سے خلط ملط نہیں کرنا چاہئے۔ اس لیے کہ کسی بھی ادارہ کا ارتقاء ہر ایک ملک میں وہاں کی اپنی ضروریات کے مطابق مناسب وقت پر بتدریج ہوتا چلا جاتا ہے۔ بسا اوقات اس سلسلے میں پہلے سے کوئی ایسی سوچی سمجھی کوشش بھی نہیں کرنی پڑتی اور بہت مرتبہ ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک ہی ادارہ بیک وقت ابھرتا ہوا آتا ہے جس کی ظاہری شکل اگرچہ بہت سے ممالک میں یکساں معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقی شکل اور ارتقاء کلیۃً مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ہم کو ایران میں بادشاہت یونان مصر و روما کی حکومتوں، یا عربوں کے پرانے قبائلی ادارے جو اپنے شیوخ کی سربراہی میں قائم تھے، ان سب کی ظاہری شکل خلافت سے کسی قدر مماثل نظر آتی ہے۔ یا عربوں ہی کے پرانے

ادارۂ شیخ میں کسی حد تک تلاش کی جاسکتی ہے۔ مگر اس کا ارتقا اور حقیقی شکل قطعاً مختلف ہے۔ اس طرح وزارت بھی اپنی ظاہری شکل میں بہت سے ممالک کے متبادل اداروں سے مماثلت رکھتی ہے۔ غالباً یہی سبب ہے کہ عربی وزارت کا وجود تلاش کرتے وقت مصنفین ایرانی وزارت کی ظاہری شکل سے دھوکا کھا گئے ہیں۔

دراصل ہر ملک کی اپنی ضروریات کے مطابق دیگر تمام اداروں کی طرح وزارت کیلئے بھی اسی ملک کی زبان میں موزوں الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ دوسری زبانوں میں اس کے متبادل الفاظ ہوسکتے ہیں۔ مثلاً ہندوستان میں لفظ منتری اسی کو عرب میں وزیر کا نام دیا گیا۔ دیگر وزراء کو چندر گپت موریہ کے زمانہ ۳۲۵ ق م میں آمیتہ کہا گیا ہے[۱۲]

اسی طرح بعد میں بھی ہری سین جو سمدر گپت کا وزیر تھا منتری سندھی وگرہیکا، کہلایا اور شاید کوئی دیگر شخص اس کے اختیارات میں مخل نہ تھا[۱۳]

یونان میں سکندر کا وزیر ارسطو تھا اور اس طرح یہ ادارہ یونان میں اس وقت سے موجود ہے جب سے اس کی تاریخ کا علم ہوتا ہے[۱۴]

جہاں تک عربوں کا تعلق ہے اس میں یہ تصور قرآن کریم کے علاوہ وہاں کی پرانی شاعری سے بھی ظاہر ہوتا ہے نیز یہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے معاہدہ سے اس تصور کی کلی توضیح ہوجاتی ہے جس کی رو سے انصار باوجود اکثریت میں ہونے کے مہاجرین کی موافقت میں خود کو وزیر کے عہدہ پر فائز ہونے کے لیے پیش کرتے ہیں اور مہاجرین قریش کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں۔ (گو یہ معاہدہ پورے طور سے کسی وقت بھی عمل میں نہیں آیا)[۱۵] جبکہ وزارت جیسی چیز حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ میں ابھرنا شروع ہوجاتی ہے۔ آپ نے حضرت عثمان اور حضرت علی کو انتظام ملکی میں شامل کیا۔ اموی دور حکومت میں کاتب۔ امیر حاجب دو ادارے باقاعدہ وجود میں آئے۔ لیکن امیر حاجب تو اپنے خصوصی معاملات میں آزادانہ اختیارات کا مالک تھا۔ کاتب اپنے اختیارات کو آزادانہ طور سے بالعموم عمل میں نہیں لاتا۔ مگر عباسی دور میں وزارت باقاعدہ طور پر کام کرنا شروع کرتی ہے۔ جس کے ابوسلمان الخلال خاندانِ برامکہ وغیرہ قابلِ ذکر وزراء ہوئے ہیں۔ نیز عباسی حکومت کے زیر اثر قائم ہونے والی آزاد سلطنتوں نے بھی وزراء کو کافی اہمیت دی۔ مثلاً غزنوی عہد میں احمد حسن میمندی سلجوقی عہد میں نظام الملک طوسی لاثانی وزیر ہوئے[۱۶] اس کا مطلب یہ نہیں کہ وزارت کسی خاص تہذیب کے زیر اثر

قائم ہوئی اور عباسی خلفاء نے اس ادارہ کو اس تہذیب سے اخذ کر کے اپنایا۔ اس لیے کہ جہاں تک عربوں پر دوسری تہذیبوں کے اثرات کا تعلق ہے یہ کہنا محال ہے کہ کس ملک کی تہذیب نے ان کو اس حد تک متاثر کیا کہ انتظام ملکی کے ادارہ بھی اس تہذیب کے پیرائے میں ڈھلنے لگے۔ ہندوستان سے عربوں کے نہ صرف تجارتی تعلقات تھے۔ بلکہ اسلام کی آمد سے قبل دونو تہذیبیں مذہبی اعتبار سے بھی ایک دوسرے سے کافی مماثلت رکھتی تھیں۔ یہاں تک کہ ماہرین لسانیات بھی اپنے مطالعہ میں ان اثرات کو تلاش کیے بغیر نہ رہ سکے۔ مثلاً قرآن کریم میں مشک، کافور اور زنجبیل کے بارے میں خیال ہے کہ یہ الفاظ سنسکرت زبان سے اخذ کر کے معرب کر دیئے گئے ہیں اور اسی طرح کے بہت سے الفاظ تلاش کیے جا سکتے ہیں[۵۵]

اس طرح عرب ROMAN EMPIRE سے بھی بالعموم مسلسل جنگوں میں مصروف رہے لہٰذا رومی تہذیب و تمدن کے بھی اثرات کے امکان موجود ہیں ایرانی تہذیب کے بارے میں کچھ کہنا تقریباً غیر مناسب ہے اس لیے کہ ایران و عرب کے آپسی اختلافات اور اثرات کو تقریباً سب ہی تسلیم کرتے ہیں۔ اس مقالہ کا حاصل یہ ہے کہ

(۱) ہر ادارہ کی ابتداء ہم کو ہر ملک کی تاریخ اور سیاسی ضروریات کے پیش نظر علیحدہ تلاش کرنی چاہیے۔ نیز یہ کہ کسی ادارہ کی دو ملکوں میں ظاہری ہیئت کی مماثلت اس بات پر یہ دلالت نہیں کرتی کہ دونوں ممالک میں ایک ہی ادارہ تھا۔ بلکہ اس کی حقیقی شکل کا بھی تجزیہ کرنا چاہئے۔ جو اسی ملک کی تاریخ کی روشنی میں ممکن ہے جس کے ادارہ کو زیر مطالعہ لایا جا رہا ہے۔ مثلاً امریکہ اور ہندوستان دونوں میں صدر کی اصطلاح ظاہری شکل کے اعتبار سے ایک معلوم ہوتی ہے۔ مگر حقیقتاً دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اس طرح یہ کہنا مناسب ہے کہ وزارت کے ادارہ کو بھی اس کی حقیقی اور اداراتی شکل کے اعتبار سے مطالعہ کرنا چاہیے محض یہ لسانی اصطلاح (TERM) کے اعتبار سے نہیں مثلاً جو لوگ وزیر کو اوستا کے دسرا سے موازنہ کرتے ہیں وہ یہ فراموش کرتے ہیں کہ دسرا صرف منصف کے معنیٰ میں استعمال ہوتا تھا۔ جبکہ انصاف کا عمل مسلم حکومت میں ایک قاضی انجام دیتا تھا اور وزراء صرف اس وقت دخل اندازی کرتے تھے جب خلفاء ان کو ایسا کرنے کے لیے حکم دیتے تھے۔

یونانی بادشاہ کا معاون بھی عرب وزیر کا ہم پلہ نہیں ہوتا تھا اس لیے کہ مشاورت عرب وزیر کا صرف ایک میدانِ عمل تھا۔

موریہ اور سمدر گپت کے دور کے ہندوستانی منتری عرب وزیر کے تصور سے کافی حد تک مماثلت رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ ہندوستانی منتری گاڑی کے دو پہیوں میں سے ایک تھا۔[۱۸] اور جو تصور سقیفہ بنی ساعدہ کے معاہدہ سے ابھر کر سامنے آتا ہے اس سے بھی اس امر کا اندازہ ہوتا ہے کہ امام اور وزیر کے درمیان عربوں کی نظر میں بہت زیادہ فاصلہ نہ تھا ورنہ انصاری اکثریت مہاجرین کو امام اور خود کو وزیر ماننے پر رضامند نہ ہوجاتی۔

(۲) ادارۂ وزارت کا کیریکٹر دو خاندانوں کے آپسی تعلقات کی بنیاد پر پیش کرنا بھی غیر مناسب ہے جیسا کہ گوئٹن نے خاندان ساسانیان و برامکہ اور عباسیہ کے آپسی تعلقات کی بنیاد پر کیا ہے۔

(۳) یہ کہنا بھی غیر مناسب ہے کہ عباسی خلفاء نے شام سے بغداد میں دار الخلافہ منتقل کرنے کی وجہ سے ایرانی اثرات کو قبول کیا اور یہ ادارہ بھی اسی منتقلی کے اثرات سے وجود میں آیا۔ بلکہ عباسی انقلاب میں ایرانیوں کے اہلِ تشیع حضرات موالی اور دیگر غیر عرب اقوام نے عباسیوں کا ساتھ دیا۔ اس لیے کہ وہ صرف عباسیہ کو اپنی زیادتیوں کی مدافعت کا واحد ذریعہ سمجھتے تھے۔ اور عباسی خلفاء بھی ان کے اثرات اور ان کی سیاسی اہمیت سے بخوبی واقف تھے۔ اس لیے انھوں نے اختیارات میں ان کو شریک کار بنایا۔ مثلاً ابوایوب موریانی (وزیر اول) یحییٰ برمکی۔ فضل بن سہل۔ اسمٰعیل بن بلبل القمی البرز غیر عرب تھے۔ اس امر کی تصدیق تاریخ کے صفحات پر ایک نظر ڈالنے سے مزید ہوتی ہے کہ جس قوم نے عباسی خلفاء کو با اختیار بنایا اسی قوم نے ان کو اس حد تک کمزور کر دیا کہ ایک خلیفہ اپنی ذات کی بھی حفاظت نہیں کرسکتا تھا۔ مثلاً آلِ بویہ کے زمانے میں شاید ہی کوئی خلیفہ ایسا ہو جو اپنی موت مرا ہو۔ یا جس کو جسمانی اذیتیں نہ پہنچائی گئی ہوں۔ اسی طرح سلجوقی و خوارزمی عہد میں خلفاء کی مرضی کو بالائے طاق رکھ دیا گیا تھا۔ یا منگولوں کے حملے کے وقت عباسی وزیر برزالقمی ہی وہ پہلا شخص تھا جس نے خلیفہ کا ساتھ چھوڑا اور منگولوں سے جاملا۔

(۴) قرآن کریم اور اسلام کی آمد سے پہلے کی شاعری میں دفتر وزارت کا جو تصور موجود ہے اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ دیگر ممالک کی طرح عربوں میں بھی یہ ادارہ ان کی اپنی ہی ضروریات کی اختراع ہے اور ایرانی یا اور کسی تہذیب کا ادارہ مان کر یہ کہنا کہ عرب اس ادارہ کے موجد نہیں تھے شاید غیر مناسب ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ ہر قوم و ملک کی ایک

سیاسی ضرورت تھی۔ اس امر کی توضیح فاطمی خلافت کے سیاسی ڈھانچہ سے بھی ہوسکتی ہے۔ چونکہ مصر میں سنی مسلمان اکثریت میں تھے اور فاطمی خلفاء شیعہ تھے۔ لہٰذا اکثریت کو طاقت کے بجائے رغبت سے مطیع کرنا ضروری تھا۔ انھوں نے بھی بالعموم اکثریت ہی میں سے اپنے وزراء مقرر کیے۔[۱۹]

حوالہ جات

۱۔ پی۔ کے ہٹی، ہسٹری آف دی عربس (لندن) ۱۹۷۰ ص۳۱۸ ۲۔ حسینی، عرب ایڈمنسٹریشن، دہلی (۱۹۷۶) ص۱۵۸ ۳۔ آر پی۔ ترپاٹھی SOME ASPECTS OF MUSLIM AD-MINISTRATION الہ آباد (۱۹۷۶) ص۱۶۱

۴۔ انل چندر بنرجی VAZAARAT UNDER THE SLAVE KINGS. انڈین کلچر (۱۹۳۶) ص۶۵۵

۵۔ فرینز بینگر LEADEN Vol. ENCY OF ISLAM (۱۹۳۶) ص۳۶-۱۱۳۵

۶۔ طباطبائی۔ الفخری۔ انگلش ٹرانسلیشن جی۔ ای۔ سی۔ وٹینگس لندن (۱۹۴۵) ص۱۲۵

۷۔ ابن خلدون۔ انگلش ٹرانسلیشن ولیم ۲ W.ROUSENTHALL ص۸-۲۷

۸۔ اصفہانی رسلوک الملوک CH.2. MS. BRITISHMUSEUM ۹۔ نظام الملک طوسی، سیاست نامہ، تہران (شمسی ۱۳۲۰) ص۱۸-۲۱۷ (۱۹۶۴) ۱۰۔ امام غزالی، نصیحت الملوک BAGLE, F.R, C. ENG.TR. لندن۔

۱۱۔ سیف الدین حاجی بن نظام عقیلی۔ آثار الوزراء۔ تہران (۱۳۲۷ شمسی) صفحہ ۱۲۶-۳۹-۲۹-۲۲-۲۱-۱۲۰

۱۲۔ کوٹلیہ کا ارتھ شاستر DR. SHAMSTRY ENG.TR. میسور (۱۹۶۷) ص۱۵

۱۳۔ B.G. GOKHLEY, SAMUDRA GUPTA, BOMBAY (۱۹۶۲) ص۶۵

۱۴۔ سیف الدین حاجی۔ آثار الوزراء ص۱۷

۱۵۔ بلاذری۔ انساب الاشراف، حصہ اول۔ کیرو (۱۹۵۹) ص۵۸۸ اور الاحکام السلطانیہ ص۲۲

۱۶۔ برہان (اپریل ۱۹۸۴) ص۲۰۷-۲۰۱

۱۷۔ قاضی اطہر مبارک پوری، عرب و ہند کے تعلقات عہد رسالت میں ص۱۲۳-۱۲۴ دہلی ۱۹۶۵ء

۱۸۔ ارتھ شاستر ص۹

۱۹۔ فاطمی خلیفہ معز الدین باوجود ذاتی اختلافات کے اپنے سنی وزیر ابوالفضل جعفر بن فرات کو محض سیاسی ضروریات کی بنا پر معزول کرنے سے قاصر رہا۔ ابن خلکان جلد اول ص۱۱۹